ڈاکٹر روبینہ شہناز
استاد وصدر شعبہ اردو،
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

نظیر اکبر آبادی کا تصورِ عورت

Dr Rubina Shehnaz
Head Department of Urdu,
National University of Modern Languages, Islamabad

Idea of Women in Nazir Akbar Abadi's Poetry

Nazir Akbar Abadi is a unique poet of classical Urdu poetry.He introduced new style and thoughts and set a memorable tradition.His poerty basically discusses the life of common man. He represented the actual problems, needs, wishes, and cultural shades of common people of his age. He also wrote some verses about women.This article deals with the topic in reference to his poetry.

نظیر اکبر آبادی کو عوامی شاعر کہا جاتا ہے۔اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی شاعری میں (عید، شب برات، ہولی، دیوالی، برسات، مفلسی، غربت، کبوتر بازی، گلہری کا بچہ، راکھی اور شہر آشوب) جیسے عام، سادہ اور روزمرہ کے معمولات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ان روزہ مرہ کے مناظر کا بیان نہایت خلوص اور سچائی سے کرتے ہیں۔ مجنوں گورکھ پوری کے الفاظ ہیں کہ نظیر پہلے شاعر تھے جن کو میں نے زمین پر کھڑے ہو کر زمین کی چیزوں کے متعلق بات چیت کرتے ہوئے پایا اور یہ محسوس کیا کہ شاعری کا تعلق روئے زمین سے بھی ہے۔

نظیر اکبر آبادی نے جہاں زندگی کے عمومی موضوعات کو اپنایا وہیں وہ عورت کی بات کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں۔اُن کے ہاں عورت سے متعلق بیشتر مروج موضوعات کا ذکر ہے جو ان کی نظموں 'عشق'، 'جدائی'، 'مجبوری'، 'دلبری'، 'وصل اور فراق'، 'دید بازی'، 'راز داریٔ محبوب'، 'لطفِ شباب'، 'بڑھاپے کا عشق'، 'پری کا سراپا' اور خوابِ عشرت' میں تمام تر کیفیات کے ساتھ رقم ہوئے ہیں۔اس موضوع پر لکھتے ہوئے نظیر نے انتہائی احتیاط سے کام لیا۔انہوں نے فحش گوئی اور عریانی کو بھی الفاظ کے جامے میں ایسا پاک اور شستہ بنایا ہے کہ رکیک سے رکیک شعر بھی بھونڈا محسوس نہیں ہوتا۔

جو عیش مزے کی خواہش تھی موجود ہوئی آ کر سب
باہوں سے باہیں، منھ سے منھ، چھاتی سے چھاتی، لب سے لب
جس بات کی ساری لذت ہے، اس بات کی آ کر ٹھہری جب

اور عیش طرب کے ہوتے ہی کیا قہر ہوا نہ ہائے غضب
جب عین مزے کا وقت ہوا، جب کھل گئی آنکھ مری پٹ سے (۱)

عبدالمومن الفاروقی 'کلیاتِ نظیر' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''اس کے دل و دماغ کی صفائی اور اس کی تحریر کی لطافت اس درجے کی ہے کہ جب وہ کوئی فحش خیال بھی پیدا کرتا ہے (جب کہ یہ اس تصویر کی صحت خط و خال اور تکمیل کے لیے ضروری ہوتی ہے) تو فحش پر اس لطافت کے ساتھ پردہ ڈال دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ خود ہندوستانیوں کو بھی صاف نظر نہیں آتا۔۔۔'' (۲)

گو نظیر کی رومانی اور عشقیہ شاعری میں بہت سے لوگوں کو ہلکا پن نظر آتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اُن پر فحش نگار اور عامیانہ وسوقیانہ پنے کا لیبل لگا دیا جائے۔ اگر قارئین غور و خوض کریں تو نظیر پر یہ الزام قطعاً صادق نہیں آتا کہ انہوں نے فحش نگاری کا پرچار کیا اور ان کی عشقیہ شاعری ہلکی اور عامیانہ ہے۔ بلکہ انہوں نے عوام کی حساسیت اور محسوساتِ ذہنی و قلبی کو یہ باور کرنے پر مجبور کیا ہے کہ صنفِ نازک جیسا اہم موضوع بھی اُن سے پرے نہیں ہے۔ اُن کے باقی موضوعات کی طرح عورت اور عشق مجازی کا موضوع بھی انتہائی اہم اور اور متاثر کُن جذبات کا عکاس ہے۔

نظیر اکبر آبادی کے یہاں جنسی اور ذہنی رکاوٹیں مفقود ہیں۔ وہ انتہائی لطیف اور جاذب پیرائے میں عورت کے سراپے اور عورت و مرد کے تعلق، عورت کے جذباتِ قلبی، عورت کی نازک خیالی اور عورت کے حُسن و جمال کو خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں کہ قاری پر کہیں بھی کثافت نہیں اُترتی۔ وہ اپنے خیالات، محسوسات، جذبات اور مُدعا کو الفاظ کی شستگی اور پاکیزگی کی نازک خیالی کے ساتھ تحریر کرتے ہوئے بغیر کسی ہیجان کے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اس معاملے میں نظم 'خوابِ عشرت' اور 'پری کا سراپا' کو بطور مثال دیکھا جا سکتا ہے۔

نظم 'پری کا سراپا' میں نظیر نے ایک عورت کے حُسن کی پاکیزگی، اُس کا سراپا، اس کا سنگھار، جسمانی و اندرونی کیفیات اور بدن کا اُتار چڑھاؤ نہایت عمدگی کے ساتھ تشبیہوں اور استعاروں کی مدد سے بہترین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

خوں ریز کرشمہ، ناز و ستم، غمزوں کی جھکاوٹ ویسی ہی
مژگاں کی سناں، نظروں کی انی، ابروں کی کھچاوٹ ویسی ہی
قتال نگہ اور ڈشٹ غضب، آنکھوں کی لگاوٹ ویسی ہی
پلکوں کی جھپک، پُتلی کی پھرت، سرمے کی لگاوٹ ویسی ہی
عیار نظر، مکار ادا، تیوری کی چڑھاوٹ ویسی ہی
بے درد ستمگر، بے پروا، بے کل چنچل چٹکیلی سی
دل سخت قیامت پتھر سا اور باتیں نرم رسیلی سی
آنوں کی بان ہٹیلی سی، کاجل کی آنکھ کٹیلی سی
وہ انکھیاں مست نشیلی سی، کچھ کالی سی کچھ پیلی سی
چتون کی دغا، نظروں کی کپٹ، سینوں کی لڑاوٹ ویسی ہی (۳)

نظیر کی یہ خوبی ہے کہ وہ عورت سے متعلق نازک جذبات و محسوسات کا خاص خیال رکھتے ہیں اور اُسے اپنے اور اپنے قارئین پر بوجھ نہیں بننے دیتے۔ بلکہ انتہائی نرماہٹ اور دل بستگی کے ساتھ جنسی اور ذہنی رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ وہ صنفِ نازک کی نازک ادا، حرکات و سکنات کے مسائل کو بھی زندگی کے مسائلِ خصوصی میں شمار کرتے ہیں۔

اسی لیے وہ عورت یا عورت کے جذبات کی عکاسی کو بھی ڈنکے کی چوٹ پر آسان لفظوں میں صاف بیان کرتے ہیں۔ یہی بات عورت سے متعلق ان کے پاکیزگی جذبات کی عکاس ہے۔ نظیر کی شاعری میں ایسی معصومانہ صداقت اور اندازِ بیاں میں ایسی سچائی ہے جو قاری کے لیے نیا تجربہ و تجزیہ ہے۔ ایسا تجربہ جس سے محظوظ و متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جا سکے۔

اک شور قیامت ساتھ چلے، نکلے کافر جس بن ٹھن
بلدار کمر، رفتار غضب، دل کی قاتل، جی کی دشمن
مذکور کروں اب کیا یارو! اس شوخ کے کیا کیا چنچل پن
کچھ ہاتھ ہلیں، کچھ پاؤں ہلیں، پھڑکے بازو، تھر کے سب تن
گالی وہ بلا، تالی وستم، اُنگل کی نچاوٹ ویسی ہی

نظیر کے ہاں شوخی اور جان دار سچے حُسن کی لگاوٹ نے مضامین کی تپش کو ایسا پوشیدہ کیا کہ بازاری و بھونڈا پن بالکل نظر نہیں آتا۔ انہوں نے لفظوں کی نئی ترکیبوں اور نئے مرکبات و معنی کو استعمال کرنے کی جو سعی کی ہے وہ بہت قابلِ قدر ہے۔ کلیاتِ نظیر کے مقدمہ میں عبدالمومن الفاروقی لکھتے ہیں:

''بعض مضامین شدت سے فُحش ہیں۔ مگر شوخی جو سچی اور جان دار نقاشی کے لیے ایک جز وضروری ہے، اس طرح کے کلام میں ملی ہوئی ہے کہ فحش بالکل نظر نہیں آتا۔ سر سے پا تک ظرافت اور لطافت چھائی ہوئی ہے اور بڑی دل موہ رہی ہے''۔ (۴)

نظیر اکبر آبادی عشق اور عشق کی وارداتِ قلبی کی کیفیتوں کو کم کر سکتے تھے مگر حُسن وعشق کا بیان اُن کے ہاں کم ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ صنفِ نازک سے متعلق اُن کے ہاں کھلی سادگی اور بے تکلفی تو ہے جو بعض جگہوں پر یقیناً حیرت و کیفیت کا سماں لیے ہوئے ہے لیکن ہر جگہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

نظیر اکبر آبادی کی شاعری کی مقصدیت (عام آدمی اور عام و سادہ موضوعات جو معاشرے میں تصویر بنے ہوئے ہیں) وہی ہو سکتے ہیں۔ جن کا وہ اپنی شاعری میں پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔ عورت اور عورت سے متعلق نظیر کچھ اسی طرح کے جذبات اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ انہوں نے عام عورت اور اُس کی معاشی و معاشرتی زندگی کی تصویر کشی اپنی شاعری میں کی ہے۔ آج کے دور میں عورت سے متعلق اُن کی شاعری پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ کئی سو سال پہلے بھی عورت کی حالت اُسی طرح تھی جس طرح کے آج کے ترقی یافتہ دور میں ہے فرق صرف پڑا ہے تو نت نئی پریشانیوں اور الجھنوں کا۔ صنف نازک اُس دور میں جس طرح کی پستیوں، ذلتوں اور ظلمتوں کا شکار تھی وہ نظیر کی شاعری سے صاف عیاں ہے۔

نظیر نے جہاں اپنی شاعری میں مقامی تمدن وثقافت کو بیان کیا وہیں وہ تمدن وثقافت سے متعلق موضوعات میں عورت کو نظر انداز نہیں کرتے۔ نظیر کے ہاں جب بھی میلے ٹھیلوں، عید، ہولی، برات، شب برات اور تہواروں کا ذکر آتا ہے عورت ہر جا اُن کی توجہ کا محور رہی ہے۔ کیونکہ کوئی بھی تہوار عورت کی شرکت اور اُس کی موجودگی کے بغیر نامکمل نظر آتا ہے۔ چاہے وہ عید کا تہوار ہو یا ہولی کا، شادی کی برات کا ہو یا شب برات کا، عورت ان تہواروں کے لیے لازمی عنصر ہے۔ اُن کی موجودگی کے بغیر یہ تہوار ادھورے دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی بھی تہوار ہو عورت کی موجودگی کی لازم ہے۔ پس نظیر نے بھی اپنی شاعری میں عوامی تہواروں کو فوکس کرتے ہوئے عورت سے صرفِ نظر نہیں کیا۔ وہ عورت کو محض آرائش کی چیز نہیں سمجھتے اور نہ محض حسن کا ایک مجسمہ۔ بلکہ عوامی زندگی کا ایک حصہ گردانتے ہیں۔ ان کے ہاں عورت اور اس کے متعلقات کی جتنی بھی تصویریں ہیں ان کے پس منظر میں مقامی معاشرتی زندگی کا حوالہ بنیادی ہے۔

نظیر کے عہد میں عورت غزل کا محبوب موضوع بنی رہے اور اس عہد کے شاعروں نے اسے محض عشق و عاشقی کی ترنگوں

کے لیے ہی پیشِ نظر رکھا ہے۔ نظیر کی غزلوں اور بطورِ خاص نظموں میں عورت کے اس عکس کو ایک ذرا مختلف انداز میں ابھرتے دیکھا جا سکتا ہے۔ خیالی محبوبہ اور مجہول سیمیں تنوں کی بجائے نظیر کے ہاں ایک گوشت پوست کی مکمل عورت ابھرتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ عورت اپنی اصل کے اعتبار سے ہندوستانی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے مسائل ہندوستانی عورت کے مسائل ہیں اور اس کا حسن بھی ہندوستانی وصف لیے ہوئے ہے۔ نظیر نے اپنی شاعری میں ہر دو پہلوؤں کو مدِ نظر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری پڑھتے ہوئے مقامی ہندوستانی عورت کے حُسن، مسائل اور جذبات و احساسات سے بیک وقت آ گاہی ملتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نظیر اکبر آبادی، خوابِ عشرت، مشمولہ: کلیاتِ نظیر، مرتبہ: عبدالمومن الفاروقی، ص ۲۶۸

۲۔ الفاروقی، عبدالمومن، مقدمہ کلیاتِ نظیر، ص ۶۵

۳۔ نظیر اکبر آبادی، پری کا سراپا، کلیاتِ نظیر، ص ۲۵۷

۴۔ الفاروقی، عبدالمومن، مقدمہ کلیاتِ نظیر، ص ۶۵